تذکرۂ اختلافِ روایات: بذل المجہود کا مطالعہ و جائزہ

مفتی محمد ہارون ۞
محمد شہباز منج۞

کتبِ احادیث کا مطالعہ کرتے وقت بسا اوقات یہ چیز سامنے آتی ہے کہ ایک ہی روایت کو متعدد طرق اور اسانید کے ساتھ روایت کیا جاتا ہے۔ ان طرق سے روایت شدہ الفاظ میں کبھی کبھی اختلاف بھی پایا جاتا ہے؛ مثلاً کوئی روایت ایک سند کے ساتھ بہت طویل ہوتی ہے جب کہ دوسری سند کے ساتھ بہت مختصر؛ کسی روایت کے الفاظ ایک سند میں کچھ اور ہوتے ہیں اور دوسری سند میں کچھ اور۔ شارحینِ کتب حدیث کا بالعموم یہ طریقہ رہا ہے کہ شرح کرتے وقت اختلافِ روایات کے تذکرے کا اہتمام کرتے ہیں۔ مولانا سہارن پوری نے بھی اپنی تالیف **بذل المجهود في حل سنن أبي داود** میں "اختلافِ روایات" کو ذکر کرنے کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔[1] ذیل کی سطور میں مولانا کی اس کاوش کا تذکرہ و جائزہ مطلوب ہے۔

اختلافِ روایات کا پس منظر جاننے کے لیے کتبِ علوم حدیث کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اس کا

۞ لیکچرر شعبہ اسلامی و عربی علوم، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان۔(drharoonuos@gmail.com)
۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی و عربی علوم، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان۔ (drshahbazuos@hotmail.com)

۱- مولانا سہارن پوری (م۱۳۴۶ھ) نے مقدمۂ کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے: "واهتمم في هذا الشرح بأمور قلما يوجد في غيرها" (میں نے اپنی اس شرح میں چند ایسی چیزوں کا اہتمام کیا ہے جو صرف اور صرف اسی شرح ہی کا خاصہ ہے، کسی اور شرح میں وہ باتیں نہیں ہیں)۔ اس عنوان کے ضمن میں اختلاف روایات اور ان کی تخریج کے حوالے سے لکھتے ہیں: "ومنها ما أوردته المصنف من الروايات مختصرًا، وأخرجها غيره مطولا، فذكرتها مطولة من مظانها"۔ ("میری اس کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ جن روایات کو امام ابوداؤد نے مختصر ذکر کیا ہے، جب کہ وہ مطول تھیں، اور دیگر محدثین نے انھی روایات کو مطول ذکر کیا ہے، تو میں نے ان روایات کو جہاں جہاں وہ مجھے دست یاب ہو سکیں، اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے")۔ ملاحظہ ہو: خلیل احمد سہارن پوری، **مقدمة بذل المجهود في حل سنن أبي داود** (بیروت: دار البشائر الإسلامية، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۶ء)، ۱: ۱۵۸۔

سب سے بنیادی اور اہم سبب "روایت بالمعنی" ہے۔ لہذا اختلافِ روایات کے حوالے سے مولانا سہارن پوری کی کاوش اور منہج واسلوب کو جاننے سے پہلے "روایت بالمعنی" سے آگہی حاصل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

روایت بالمعنی کا مفہوم اور حکم

روایت بالمعنی یہ ہے کہ يؤدي الراوي مرويه بألفاظ من عنده، كلًا او بعضًا مع المحافظة على المعنى، بحيث لا ينقص منه ولا يزيد ولا يحرف ولا يبدل[۲] (کوئی راوی کسی روایت کو اپنے الفاظ میں بیان کر دے، چاہے پوری روایت کو بیان کرے یا بعض کو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا ہے وہ اصل روایت کے مفہوم کی پوری پوری عکاسی کر رہے ہوں اس طور پر کہ اصل روایت کے مفہوم میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو رہی ہو اور نہ ہی تحریف و تبدل کا شائبہ ہو)۔

محدثینِ عظام کے نزدیک روایتِ حدیث کے حوالے سے سب سے اہم اور پسندیدہ امر یہ ہے کہ حدیث کا راوی بوقتِ روایت حدیث کو بعینہ انھی الفاظ کے ساتھ روایت کرے جو جناب نبی کریم ﷺ کے زبانِ اقدس سے صادر ہوئے تھے یا ان سے جس طرح سنے گئے تھے، اور اس بات کی اس حد تک کوشش کرے جتنی اس کی طاقت ہے۔ اسی طرح اتنی بات پر بھی محدثین کا اتفاق ہے کہ کسی جاہل اور مبتدی کے لیے اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ روایت بالمعنی کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ اس روایت کو سنا ہے انھی الفاظ کے ساتھ ہی حدیث کو روایت کرے۔[۳] البتہ علمائے کرام میں یہ بحث چلی ہے کہ آیا وہ شخص جو مواقعِ خطاب سے بھی خوب واقف ہو اور الفاظ کے معانی کی بھی کما حقہ معرفت رکھتا ہو، اس کے لیے بھی روایت بالمعنی کی گنجائش ہے یا نہیں؟ جمہور محدثین، فقہا اور اصولیین کا موقف ہے کہ ایسے شخص کے لیے چند شرائط کے ساتھ روایت بالمعنی کرنا جائز ہے۔ وہ اس حوالے سے اپنے مؤقف کی تائید میں نقلی و عقلی دونوں طرح کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان کے بہت سے نقلی دلائل میں سے دو اہم یہ ہیں:

۲۔ محمد شوقی خضر، **دراسات في علوم الحديث** (مصر: دار الطباعة المحمدية)، ۲:۲۴؛ ابو شہبہ، محمد بن محمد، **الوسيط في علوم و مصطلح الحديث** (جدہ: عالم المعرفة، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)، ۴۰۔

۳۔ احمد بن علی خطیب بغدادی، **الكفاية في علوم الرواية**، ت: د۔ احمد عمر ہاشم (بیروت: دار الكتاب العربي، لبنان ۱۴۰۶ھ)، ۱۹۹–۲۱۱۔

۱۔ سلیمان بن اکیمۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفسِ نفیس روایت بالمعنی کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ یہ روایت طبرانی نے اپنی **المعجم الکبیر** میں یوں روایت کی ہے: "أتينا رسول الله ﷺ فقلنا له: بآبائنا أنت و أمهاتنا يارسول ﷺ! إنا نسمع منك الحديث فلا نقدر أن نؤديه كما سمعناه، فقال: إذا لم تحلوا حرامًا ولم تحرموا حلالًا وأصبتم المعنى فلا بأس."[۴] (حضرت سلیمان بن اکیمۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں، ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے وہ یہ کہ بسااوقات ہم آپ سے کوئی بات سنتے ہیں، لیکن بعینہ اسی طرح انھی الفاظ میں آگے نہیں پہنچاسکتے؟ اس کا کیا حل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام نہ قرار دو، اور تم مجھ سے سنی ہوئی بات کا معنی و مفہوم صحیح صحیح ادا کردو تو تم پر کوئی حرج نہیں۔) یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ روایت بالمعنی بالکل جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اصل حدیث کا معنی اور مفہوم صحیح صحیح ادا ہو۔

۲۔ بہت سارے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کی اجازت منقول ہے، ان میں حضرت ابو سعید خدری، حضرت عائشہ، حضرت ابو درداء، حضرت انس اور حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ اسی طرح تابعین میں سے حضرت عمرو بن دینار، سفیان بن عیینہ وغیرہ حضرات کا کہنا ہے کہ: "لو أردنا أن نحدثكم بالحديث كما سمعناه ماحدثنا كم بحديث واحد"[۵] (اگر ہم تمھیں انھی الفاظ میں احادیث سناتے جن الفاظ میں ہم نے سنی ہوتی، تو ہم ایک حدیث بھی آگے نہ بیان کرسکتے۔) جہاں تک عقلی دلائل کا تعلق ہے تو اس ضمن میں حافظ ابن حجر (م۸۵۲ھ) نے لکھا ہے کہ: "ومن أقوى حججهم الإجماع على جواز شرح الشريعة للعجم بلسانهم للعارف به، فإذا جاز الإبدال بلغة أخرى فجوازه بالعربية أولىٰ[۶] (روایت بالمعنی پر سب سے

۴۔ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، **المعجم الکبیر**، تحقیق: حمدی سلفی (موصل: **مکتبة العلوم والحکم**، ۱۴۰۲ھ)، ۷: ۱۰۰؛ اسی طرح ملاحظہ ہو: خطیب بغدادی، مصدرِ سابق، ۱۹۹۔

۵۔ خطیب بغدادی، مصدرِ سابق، ۲۱۰–۲۱۱۔

۶۔ روایت بالمعنی کے جواز پر مزید دلائل کے لیے دیکھیے: ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، **نزهة النظر شرح نخبة الفكر في**

بڑی دلیل علماے سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ عجمی شخص جو عربی زبان پر دسترس نہیں رکھتا، حدیث کا مفہوم اپنی زبان میں بھی بیان کر سکتا ہے۔ جب ایک عجمی شخص کے لیے اتنی گنجائش ہے تو ایسا شخص جو عربی زبان سے واقفیت رکھتا ہے اس کے لیے بہ طریق اولیٰ گنجائش ہو گی کہ وہ عربی زبان کے مفہوم کو عربی میں ہی بیان کر دے۔)[۷]

تاہم بعض محدثین کی راے کے مطابق روایت بالمعنی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ چاہے اس کا تعلق حدیثِ رسول ﷺ سے ہو یا کہ کسی عام شخص کے قول سے۔ یہ حضرات بھی اپنے موقف پر بہت سے دلائل پیش کرتے ہیں ۔ طوالت کے خوف سے ان کی صرف ایک دلیل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے: ”نضر الله امرًا سمع منا حديثًا ،فحفظه حتى يبلغه، فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ورب حامل فقه ليس بفقيه.“ [۸] (اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے یاد کیا یہاں تک کہ اسے آگے پہنچا دیا، بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حدیث کو خود سنتے ہیں اور ان میں فقاہت نہیں ہوتی، لیکن جن کو وہ آگے حدیث پہنچاتے ہیں وہ ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔)

اس حدیث سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی حدیث کو صحیح یاد ہی نہیں کرے گا تو وہ آگے کیسے پہنچائے گا؟۔[۹]

مصطلح أهل الأثر، تحقیق، عبداللہ بن ضیف اللہ الرحیلی (المدینۃ المنورۃ:مکتبہ طیبة، ۱۴۰۴ھ)، ۱۱۹– ۱۲۰ نیز ملاحظہ ہو: خطیب بغدادی، مصدرِ سابق، ۲۰۱۔

۷– تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن المفتی صلاح الدین الشہر زوری الموصلی، **علوم الحديث المعروف مقدمة ابن الصلاح**، ت، د۔ عائشہ عبد الرحمن بنت الشاطی (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۸۴ء)، ۱۱۹۔

۸– ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، **سنن أبي داود**،كتاب العلم، باب فضل نشر العلم (بیروت: المكتبة العصرية، س ن، رقم: ۳۶۶۰)، ۳: ۳۲۲۔

۹– اس استدلال پر جمہور کے جواب کے لیے ملاحظہ ہو: عبداللہ بن شعبان علی، **اختلافات المحدثين والفقهاء** (قاہرۃ، دار الحدیث، ۱۴۱۷ھ)، ۲۸۳– ۲۹۰؛ اور ملاحظہ ہو: خطیب بغدادی، مصدرِ سابق، ۲۱۰– ۲۱۱ ؛ اختلاف روایات کے حکم سے متعلق اور بھی مختلف آرا ملتی ہیں۔ مثلاً: ۱۔ روایت بالمعنی صحابہ کے لیے تو جائز ہے دوسروں کے لیے نہیں۔ ابن العربی، **أحكام القرآن**، ۱: ۲–۲۲؛ صحابہ اور تابعین کے لیے جائز ہے، باقی لوگوں کے لیے نہیں ہے۔ محمد بن عبد الرحمن السخاوی، **فتح المغيث** (بنارس: مكتبة السلفية، ۱۴۰۷ھ)، ۲: ۲۱۵ ۔ ۳۔ حدیث میں تو نہیں کر سکتے البتہ حدیث

ان اقوال میں سے راجح قول جمہور حضرات کا ہے جن میں ائمہ اربعہ، محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اور علماے اصول شامل ہیں۔[۱۰] لیکن ان لوگوں نے بھی اس ضمن میں شرائط رکھی ہیں:

- راوی لفظ کے معنی و مفہوم سے بھی واقف ہو۔ یعنی اس بات کا جاننا کہ یہاں اس لفظ سے کیا معنی مراد لیا جارہا ہے، اور کس پیرائے میں بات کی جارہی ہے؛ کیوں کہ عربی زبان کے بہت سارے الفاظ ایسے ہیں کہ جن کا معنی سیاق و سباق کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔ اس لیے روایت بالمعنی کے جواز کے لیے محض اس لفظ کے ظاہری معنی کا جاننا ہی کافی نہیں۔
- راوی مواقعِ خطاب کو جاننے والا اور معانی الفاظ پر مکمل دسترس اور عبور رکھنے والا ہو۔ جاہل شخص کے لیے روایت بالمعنی جائز نہیں ہے۔
- جس حدیث کو روایت بالمعنی کے طور پر بیان کیا جارہا ہے اس کے الفاظ بالکل واضح ہوں، ان میں کسی قسم کا خفا یا پیچیدگی نہ ہو۔ اور نہ حدیث کے الفاظ ایسے ہوں جو بہت سارے معانی کا احتمال رکھتے ہوں۔
- حدیث کو سننے والا شخص جب اس حدیث کو سنے تو اسے اس حدیث کا موضوع، اور آپ ﷺ کی منشا و مقصودِ کلام سمجھ میں آجائے۔[۱۱]
- وہ حدیث جوامع الکلم میں سے نہ ہو۔ اسی طرح اس حدیث کا تعلق امور تعبدیہ سے نہ ہو۔ یعنی وہ ایسی حدیث نہ ہو کہ اس میں کسی خاص عبادت سے متعلق دعا وغیرہ کا ذکر ہو مثلاً وہ احادیث جن میں تشہد کے الفاظ منقول ہیں، ایسے ہی وہ احادیث جن میں قنوت سکھائی گئی ہے، میں روایت بالمعنی جائز نہیں ہوگی، بلکہ وہاں بعینہ انھی الفاظ کے ساتھ ہی روایت کرنا شرط قرار دیا گیا ہے جن الفاظ کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے وہ دعا سکھائی ہے۔[۱۲]

کے علاوہ جتنے اقوال ہیں ان میں اس کی گنجائش ہے۔ خطیب بغدادی، **الکفایة**، ۲۸۸۔ روایت بالمعنی کے حوالے سے مزید تفصیلات اور اقوالِ ائمہ کے لیے ملاحظہ ہو: الشیخ طاہر الجزائری الدمشقی، **توجیه النظر إلی أصول الأثر**، تحقیق: الشیخ عبدالفتاح ابی غدہ (حلب: مکتب المطبوعات الإسلامیة)، ۲: ۷۰۴، ۷۰۳۔

۱۰- محمد بن محمد ابوشہبہ، **الوسیط**، ۱۴۵۔

۱۱- خطیب بغدادی، مصدرِ سابق، ۱۹۸۔

۱۲- جلال الدین سیوطی، **تدریب الراوي في شرح تقریب النواوي**، ت، عبد الوہاب عبداللطیف (الریاض: مکتبة الریاض، ۱۳۹۲ھ)، ۲: ۶۰۔

- روایت بالمعنی کرتے وقت مناسب یہ ہے کہ آخر میں أو كما قال "یا "أو نحو هذا " " أو شبهه" یا" أو ما أشبه ذلك من الألفاظ "کے الفاظ کہے۔[۱۳]

مختصر یہ کہ کتب احادیث میں عام طور پر روایات میں اختلاف کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جس کا سب سے بنیادی سبب "روایت بالمعنی" ہے۔ روایت بالمعنی کا مطلب یہ ہے کہ کسی روایت کو اپنے الفاظ میں بیان کر دینا۔ اس کے جواز میں علما کی دو رائیں ہیں، جمہور حضرات کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے جب کہ بعض حضرات کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ دونوں حضرات کے پاس عقلی و نقلی دلائل ہیں۔ لیکن اگر دلائل پر غور کیا جائے تو جمہور حضرات کے دلائل وزنی معلوم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے جمہور حضرات کا مذہب ہی راجح قرار دیا گیا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ جمہور حضرات کے نزدیک بھی روایت بالمعنی مطلقاً جائز نہیں، بلکہ چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

بذل المجهود کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سہارن پوری نے مختلف اور متنوع انداز سے اختلاف روایات کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کا یہ اسلوب و منہج درج ذیل نکات و مباحث سے واضح ہو کر سامنے آجائے گا۔

اختلافِ روایات کا مصدر اور راوی کے ساتھ ذکر

مولانا سہارن پوری اختلافِ روایات کے تذکرے کے دوران زیادہ تر اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں کہ مصدر اور راوی دونوں کا ذکر کیا جائے۔ اس سلسلے میں ان کے منہج و اسلوب کے اہم پہلو حسب ذیل ہیں:

بخاری، مسلم اور نسائی کی احادیث کا پوری سند کے ساتھ تذکرہ اور تخریج

امام ابوداود (م۲۷۵ھ) نے كتاب الطهارة میں باب كيف يستاك کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے، جس میں حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ روایت اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مُسَدَّدٌ قَالَ: «أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَرَأَيْتُهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ، وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: «إِهْ إِهْ» يَعْنِي يَتَهَوَّعُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ:فَكَانَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَلَكِنِّي اخْتَصَرْتُهُ.[۱۴]

۱۳- ابن الصلاح، **مقدمة ابن الصلاح**،۱۹۱۔

۱۴- **سنن أبي داود**،كتاب الطهارة، باب كيف يستاك، رقم:۴۹۔

(مسدد کی روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت ابوبردہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ سے اونٹوں کا مطالبہ کیا، تو اس وقت نبی کریم ﷺ اپنی زبان پر مسواک فرمارہے تھے۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی حوالے سے سلیمان کے الفاظ یہ ہیں، حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ مسواک فرمارہے تھے اس دوران میں نے دیکھا کہ مسواک آپ ﷺ کی زبان کے کنارے پر تھی، اور آپ کے گلے سے "آہ آہ" کی آواز آرہی تھی۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت طویل تھی لیکن میں نے اسے مختصراً ذکر کیا ہے۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے حوالے سے کتب احادیث میں وارد ہونے والے مختلف الفاظ کے بارے میں لکھتے ہیں: "وقد أخرج النسائي هذا الحديث من حديث[15] قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ، وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ»[16] (امام نسائی نے اس حدیث کی تخریج ان الفاظ میں کی ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے اشعری قبیلے کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا، اس حال میں کہ ہم آپ ﷺ سے اونٹوں کا سوال کررہے تھے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخدا میرے پاس اس وقت کوئی اونٹ نہیں، میں تمھیں اونٹوں پہ سوار نہیں کرسکتا۔) حدیث کے الفاظ ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "وليس فيه ذكر السواک"[17] (نسائی کی اس حدیث میں مسواک کا ذکر نہیں ہے۔) جب کہ امام ابوداؤد نے جو حدیث ذکر کی تھی اس میں مسواک کا ذکر تھا۔اس کے بعد لکھتے ہیں: "وکذلک أخرجه مسلم من حديث خلف بن هشام وقتيبة ويحيى بن حبيب الحارثي بهذاالسند ،وليس فيه ذكر السواک"[18] (اسی طرح امام مسلم نے بھی خلف بن ہشام، قتیبہ اور یحییٰ بن حبیب الحارثی کی سند کے ساتھ

۱۵- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ا: ۳۲۶۔

۱۶- ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی، **سنن النسائي**، باب الكفارة قبل الحنث (حلب: مكتب المطبوعات)، ۷: ۹، رقم: ۳۷۸۰۔

۱۷- سہارن پوری، مصدرِ سابق، ا: ۳۲۷۔

۱۸- سہارن پوری، مصدر سابق، ا: ۳۲۷۔

یہی حدیث ذکر کی ہے لیکن اس حدیث میں بھی مسواک کا ذکر نہیں ملتا۔) مولانا سہارن پوری نے مسلم کی ایک روایت کا بھی ذکر کیا ہے جو ابو اسامہ کی سند کے ساتھ مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ لَهُمُ الْحُمْلَانَ، إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ، وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ، فَقَالَ: «وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ» ، وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ، فَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنْعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[19] (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میرے ساتھیوں نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ مانگنے کے لیے بھیجا، جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری قوم نے آپ کے پاس اونٹ مانگنے کے لیے بھیجا ہے، تاکہ وہ اس پر سواری کرسکیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں تمھیں کسی چیز پر سوار نہیں کر سکتا۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خفا ہوئے ہیں، اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی وجہ سے غمگین واپس لوٹ گیا۔) مولانا سہارن پوری اس روایت کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے جو روایات اس حوالے سے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی روایت میں مسواک کا ذکر نہیں ملتا۔[20] اس کے بعد **صحیح بخاری** کی روایات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **صحیح بخاری** کی روایات بھی اس حوالے

۱۹۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۷۔

۲۰۔ واضح رہے اس حوالے سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں دو اور روایات ذکر کی ہیں:

۱۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، وَاللَّفْظُ لِخَلَفٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ، وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ- مسلم بن حجاج النیشابوری، **صحيح مسلم**، كتاب الإيمان، بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرُ عَنْ يَمِينِهِ (بيروت:دارإحياء التراث العربي)،۳: ۱۲۶۸، رقم:۱۶۴۹۔

۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ، قَالَ أَيُّوبُ: وَأَنَا لِحَدِيثِ الْقَاسِمِ، أَحْفَظُ مِنِّي لِحَدِيثِ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ:

سے مختلف ہیں۔ جن احادیث میں مسواک کا ذکر ملتا ہے ان میں اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں، اور جن میں اونٹوں کے سوال کا ذکر ہے وہ مسواک کے ذکر سے خاموش نظر آتی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں دو روایات ایسی ذکر کی ہیں جن میں اونٹوں کے سوال کا ذکر ہے اور ایک روایت ایسی جس میں مسواک کا ذکر ہے، لیکن اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں ہے، جس روایت میں مسواک کا ذکر ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں: "وکذلک أخرج البخاري من حديث أبي نعمان قال: قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلاَنَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ «يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُولُ أُعْ أُعْ، وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ، كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ»"[۲۱] (حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے اور مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک میں تھا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق سے "اع اع" کی آواز آ رہی تھی۔)

مذکورہ بالا روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا قصہ تو مذکور ہے، لیکن اس میں اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں ہے، البتہ مسواک کا ذکر ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں اسی سے ملتا جلتا ایک اور قصہ بھی ملتا ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولکن أخرج البخاري ومسلم في صحيحيهما قصة أخرىٰ من حديث أبي موسیٰ الأشعري، قال أبو موسى : أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعِي رَجُلاَنِ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ، أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي وَالآخَرُ عَنْ يَسَارِي، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ، فَكِلاَهُمَا سَأَلَ، فَقَالَ: "يَا أَبَا

كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَدَعَا بِمَائِدَتِهِ وَعَلَيْهَا لَحْمُ دَجَاجٍ، فَدَخَلَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ، أَحْمَرُ شَبِيهٌ بِالْمَوَالِي، فَقَالَ لَهُ: هَلُمَّ، فَتَلَكَّأَ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا، فَقَذِرْتُهُ، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ، فَقَالَ: هَلُمَّ أُحَدِّثْكَ عَنْ ذَلِكَ، إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ- صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرُ عَنْ يَمِينِهِ، رقم: ۱۶۵۰۔

۲۱— سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۷۔

مُوسَى، أَوْ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ" قَالَ: قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا، وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ العَمَلَ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ."(۲۲)

(حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو افراد اور بھی تھے، ان میں سے ایک میری دائیں جانب اور دوسرا میری بائیں جانب تھا، جب ہم بارگاہِ رسالت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے، ان دونوں میں ہر ایک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بارے میں سوال کیا، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو موسیٰ، یا فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے انھوں نے مجھے اس بارے کوئی مطلع نہیں کیا جو ان کے دل میں تھا اور نہ میں جانتا تھا کہ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے سوال کریں گے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا اب بھی میرے سامنے وہ منظر ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک دیکھ رہا ہوں جو آپ کے ہونٹ مبارک کے نیچے تھی۔)

البتہ صحیح بخاری کی وہ روایت جس میں استحمال یعنی اونٹ کے مطالبے کا ذکر ہے، کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "وقد ورد في رواية البخاري فی قصة الاستحمال، ولفظها: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ أَسْتَحْمِلُهُ، وَهُوَ يَقْسِمُ نَعَمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ- قَالَ أَيُّوبُ: أَحْسِبُهُ قَالَ: وَهُوَ غَضْبَانُ."(۲۳) (ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ اشعر کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا سوال کر رہے تھے اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کے جانوروں میں سے جانور تقسیم فرما رہے تھے، ایوب کہتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں تھے۔)

۲۲- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۷۔ اسی طرح ملاحظہ ہو: محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح البخاري**، باب حكم المرتد والمرتدة و استتابتهم، رقم: ۶۹۲۳؛ جب کہ مسلم میں آنے والے الفاظ یہ ہیں: قَالَ أَبُو مُوسَى: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ، أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي، وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي، فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ، فَقَالَ: «مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى؟» أَوْ «يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ؟» قَالَ: فَقُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا، وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، قَالَ: وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ، وَقَدْ قَلَصَتْ۔ مسلم بن حجاج، **صحيح مسلم**، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، رقم: ۱۷۳۳۔

۲۳- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۸۔

مذکورہ الفاظ **صحیح بخاری** کی اس روایت کے ہیں جس میں استحمال کا ذکر ہے لیکن مسواک کا ذکر نہیں۔
اختلافِ روایات کے اس تذکرے کے بعد مولانا سہارن پوری **سنن أبي داود** کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”فما جمعه أبوداود في حديثه بين قصة الاستحمال وذكر السواک فيها، فلم أجده فيما تتبعت من كتب الحديث، فذكر الاستحمال في هذا الحديث، لعله غير محفوظ.“[۲۴] (امام ابوداؤد نے ایک ہی حدیث میں دو قصوں کا جو ذکر کیا ہے کتب حدیث میں مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، سو معلوم یہی ہوتا ہے کہ استحمال یعنی اونٹ کے مطالبے والی روایت شاید محفوظ نہ ہو۔) مختصر یہ کہ امام ابوداؤد کی سنن میں یہ عادت رہی ہے کہ طویل احادیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، مذکورہ بالا حدیث بھی انھیں احادیث میں سے ایک ہے۔ مولانا سہارن پوری کی تحقیق کے مطابق امام ابوداؤد نے اس حدیث میں دو قصوں کو اکٹھا کر دیا ہے، جو زمانے اور حالات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت ہی مختلف ہیں۔ البتہ راوی دونوں قصوں میں ایک ہی صحابی ہے۔ جس کی وجہ سے شاید امام ابوداؤد کو یہ شبہ ہوا ہو۔

بخاری و مسلم کے الفاظ کا مختصر سند کے ساتھ تذکرہ

کبھی کبھی مولانا سہارن پوری اختلافِ روایات کا تذکرہ کرتے وقت اس حدیث کی مختصر سند ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام ابوداؤد نے کتاب الطهارة میں باب الاستبراء من البول کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے اس میں حضرت عبدالرحمن بن حسنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فخرَجَ وَمعَهَ دَرُقَة ثُمَّ اسَّتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ.[۲۵]

(حضرت عبدالرحمن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور عمرو بن عاص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

۲۴– سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۸۔

۲۵– **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، رقم: ۲۲۔

تو آپ ﷺ قضاے حاجت کے لیے باہر نکلے، آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال تھی جس کی اوٹ میں بیٹھ کر آپ ﷺ نے قضاے حاجت فرمائی، اس پر ہم نے کہا دیکھو یہ تو اس طرح پیشاب فرمار ہے ہیں جس طرح کہ عورت پیشاب کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ صاحبِ بنی اسرائیل کو جو تکلیف پہنچی تھی؟ ان کے لیے یہ حکم تھا کہ اگر ان کے بدن میں سے کسی جگہ پیشاب لگ جائے تو اس جگہ کو کاٹنے کا حکم تھا، اس شخص نے ان کو روکا تو اسے قبر کے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے بارے میں **بخاری** و **مسلم** کے الفاظ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهكذا في صحيح مسلم برواية جرير عن منصور عن أبي وائل "جلد أحدهم" وفي البخاري برواية شعبة عن منصور عن أبي وائل "ثوب أحدهم."[۲۶] اسی طرح کے الفاظ **صحیح مسلم شریف** میں جریر عن منصور عن ابی وائل کے طریق سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "جلد أحدهم" یعنی ان کی جلد کو کاٹنے کا حکم تھا۔ اور **بخاری** میں شعبه عن منصور عن ابی وائل کے طریق سے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں "ثوب أحدهم" یعنی ان کے کپڑے کے کاٹنے کا حکم تھا۔ آخر میں نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں: "لكن رواية البخاري صريحة في الثياب، فلعل بعضهم رواه بالمعنى."[۲۷] (اس حوالے سے **صحیح بخاری** کی روایت زیادہ صریح معلوم ہوتی ہے جس میں کپڑے کے کاٹنے کا حکم مذکور ہے، باقی روایات شاید روایت بالمعنی کے طور پر بیان کر دی گئی ہیں۔)

کبھی کبھی **صحیح بخاری** کے الفاظ کو مختصر سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اس کی مثال كتاب الطلاق کی اس روایت سے ملتی ہے جسے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے نقل کیا ہے: "عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ، قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُا."[۲۸] (حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان کے انتقال کی خبر آئی تو میں ان کے پاس

۲۶– سہارن پوری، مصدر سابق، ا: ۲۴۴۔

۲۷– سہارن پوری، مصدر سابق، ا: ۲۴۵۔

۲۸– **سنن أبي داود**، كتاب الطلاق، باب إحداد المتوفى عنها زوجها، رقم: ۲۲۹۹۔

گئی، تو انھوں نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی۔) مولانا سہارن پوری نے اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے **صحیح بخاری** کی روایت کا مختصر سند کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے اختلافِ الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "وأخرج البخاري في الجنائز من طريق أيوب بن موسى قال: أخبرني حميد بن نافع عن زينب بنت أبي سلمة قالت: لما جآء نعي أبي سفيان من الشام."[۲۹] امام بخاری نے کتاب الجنائز میں ایوب بن موسیٰ کے طریق سے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو الفاظ نقل کیے ہیں، وہ **سنن أبي داود** میں مذکور الفاظ سے ذرا مختلف ہیں۔ بخاری میں مذکور الفاظ "لما جآء نعي أبي سفيان من الشام" یعنی جب حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر شام سے آئی۔ جب کہ **سنن أبي داود** میں آنے والی روایت کے الفاظ "حين توفي أبو سفيان" ہیں۔ الفاظ کے اسی اختلاف کو بیان کرنے کے لیے مولانا سہارن پوری نے **صحیح بخاری** کی روایت کو مختصر سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مختلف الفاظِ حدیث کا بلا تبصرہ ذکر

مولانا سہارن پوری بسا اوقات اختلافِ روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے صرف انھی الفاظ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جو ذخیرہ احادیث میں انھیں کہیں نظر آتے ہیں، البتہ کبھی ان پر تبصرہ بھی کرتے ہیں، جس طرح کہ سابقہ مثالوں سے بات واضح ہو چکی ہے؛ لیکن کبھی کبھی بغیر تبصرہ کیے ہوئے ہی الفاظِ مختلفہ ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام ابو داوٗد نے کتاب الطهارة میں ایک باب باب السواک من الفطرة کے عنوان سے قائم کیا ہے جس میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةَ، وَالِاسْتِنْشَاقَ» ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ، وَزَادَ «وَالْخِتَانَ» ، قَالَ: «وَالِانْتِضَاحَ» وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ - يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ."[۳۰] (حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلی اور ناک کا جھاڑنا امورِ فطرت میں سے ہے۔ اس روایت میں داڑھی کے بڑھانے کا تذکرہ نہیں ہے، البتہ بعض رواۃ

۲۹۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۸: ۳۸۹۔

۳۰۔ **سنن أبي داود**، کتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، رقم: ۵۳۔

حدیث نے ”ختان “یعنی ختنے کا بھی ذکر کیا ہے،اسی طرح”انتضاح “ کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن اس روایت میں استنجاء بالماء کا تذکرہ نہیں ملتا۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے بارے میں وارد ہونے والے مختلف الفاظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:”وقد روى هذاالحديث الإمام أحمد في مسنده وابن ماجة في سننه بسنديهما عن عمار بن ياسر ،وهذا لفظ أحمد: أن رسول الله ﷺ قال:إن من الفطرة أو الفطرة: المضمضمة والاستنشاق وقص الشارب والسواک وتقليم الأظفاروغسل البراجم ونتف الإبط والاستحداد والاختتنان والانتضاح.“[31]

(اسی حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اسی سند اور اسی صحابی کے ساتھ روایت کیا ہے۔مسند امام احمد نے جن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے وہ یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:کلی کرنا،ناک کو جھاڑنا،مونچھوں کو کٹوانا،مسواک کرنا،ناخن کاٹنا،جوڑوں کا صاف ستھرا رکھنا،زیرِ بغل بالوں کا اکھیڑنا،زیرِ ناف بالوں کا صاف کرنااور وضو کے بعد مخصوص عضو پر پانی کے چھینٹے مارنا امورِ فطرت میں سے ہے۔) مولانا سہارن پوری نے **سنن ابوداؤد** کی مختصر روایت کے مقابلے میں **مسند امام احمد** کی تفصیلی روایت کو ذکر کیا ہے ،اور **سنن ابن ماجہ** کی روایت کو ذکر کیے بغیر اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے،جو **مسند امام احمد** کی روایت کی طرح مفصل ہے۔

الفاظِ مرفوعہ وموقوفہ کی ”قلت“ سے وضاحت

مولانا سہارن پوری کبھی کبھی ”قلت “کہہ کر اختلافِ روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس حدیث کی مختصر سند ذکرِ صحابی کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔امام ابوداؤد نے کتاب الطهارة میں ”باب الوضوء بسؤر الكلب “ کے عنوان سے قائم کیا ہے، جس میں سؤر کلب کے حوالے سے مختلف احادیث لائے ہیں۔اس ضمن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ، فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، السَّابِعَةُ بِالتُّرَابِ.“[32]

۳۱۔ سہارن پوری، مصدر سابق،۱:۳۴۲۔

۳۲۔ **سنن ابی داود**،كتاب الطهارة،باب الوضوء بسؤر الكلب، رقم:۷۳۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیے اور ساتویں مرتبہ مٹی سے مانجھنا چاہیے۔)

کتبِ احادیث میں یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے، مولانا سہارن پوری اس حدیث کے الفاظ مختلفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: وقد ذكرنا قبل أن الطحاوي أخرج رواية ايوب برواية المعتمر بن سليمان مرفوعة، وليس فيها زيادة قوله:وإذا ولغ الهر غسل مرة، وكذلک أخرج الدار قطني رواية أيوب برواية حماد بن زيد موقوفة على أبي هريرة في الكلب يلغ في الإناء قال:يهراق ويغسل سبع مرات، ولم يذكر فيها أولاهن بالتراب ،وكذلک ليس فيها زيادة قوله:وإذا ولغ الهرغسل مرة.[۳۳]

(میں کہتا ہوں کہ اس سے قبل بھی طحاوی کی ایک روایت کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں جو ایوب عن معتمر بن سلیمان کی سند سے مروی تھی جو کہ حدیثِ مرفوع تھی، البتہ اس میں ان الفاظ کی زیادتی نہیں تھی: جب بلی کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے صرف ایک مرتبہ دھویا جائے۔ اسی طرح امام دار قطنی نے ایوب عن حماد بن زید سے ایک موقوف حدیث روایت کی ہے جو صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس میں موجود چیز کو گرا دیا جائے اور اسے سات مرتبہ دھویا جائے، اس حدیث میں یہ الفاظ مروی نہیں ہیں کہ: "أولاهن بالتراب" پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔ اسی طرح اس حدیث میں "واذا ولغ الهر غسل مرة" کی زیادتی نہیں ہے۔)

مولانا سہارن پوری نے جہاں اختلافِ روایات کا تذکرہ کیا ہے تو وہیں حدیث کے الفاظِ مرفوعہ اور موقوفہ کی بھی وضاحت کر دی ہے۔

"قلت" کے ذریعے حدیثِ مرفوع ہونے کا اثبات

بسا اوقات کسی حدیث میں آنے والے لفظ کے بارے میں اس کے مرفوع یا موقوف ہونے کی بابت رواۃ میں اختلاف ہو جاتا ہے، بعض اسے مرفوع، جب کہ بعض موقوف قرار دیتے ہیں۔ **سنن ابی داؤد** کی ایک روایت میں اسی طرح کا اختلاف واقع ہوا ہے، مولانا سہارن پوری نے "قلت" کہہ کر دیگر روایات کے شواہد پیش کر کے اسے مرفوع ثابت کیا ہے۔ امام ابو داؤد نے کتاب الطهارة میں باب صفة وضوء النبي صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے، جس میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

۳۳۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ا: ۴۱۴۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَذَكَرَ وُضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ الْمَأْقَيْنِ ، قَالَ: وَقَالَ:الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ ، قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: يَقُولُهَا: أَبُو أُمَامَةَ، قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ أَبِي أُمَامَةَ - يَعْنِي قِصَّةَ الْأُذُنَيْنِ - قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ سِنَانٍ أَبِي رَبِيعَةَ، قَالَ أَبُودَاوُدَ: وَهُوَ ابْنُ رَبِيعَةَ كُنْيَتُهُ أَبُو رَبِيعَةَ.[۳۴]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے وقت اپنی آنکھوں کے اطراف کو بھی ملا کرتے تھے،اس کے بعد ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''الأذنان من الرأس'' (کان سر کا حصہ ہوتے ہیں۔) سلیمان بن حرب کا کہنا ہے کہ یہ الفاظ حضرت ابو امامہ کے اپنے ہیں،جب کہ حماد کا کہنا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا حضرت ابو امامہ کے ؟

مولانا سہارن پوری اس حدیث کی مختصر سی وضاحت کے بعد لکھتے ہیں:قلت: وأخرج ابن ماجة في سننه:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ» وَكَانَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً، وَكَانَ يَمْسَحُ الْمَأْقَيْنِ[۳۵] (حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کان سر کا حصہ ہیں،وضو کے دوران ایک مرتبہ اپنے سر کا مسح فرماتے اور اپنی آنکھوں کے اطراف کو ملا کرتے تھے۔) مولانا سہارن پوری اس تفصیل کے بعد لکھتے ہیں: "فهذاالحديث فيه تصريح بأن قوله "الأذنان من الرأس" قول رسول الله ﷺ لا قول أبي أمامة، وكذلك حديثان اللذان أخرجهما ابن ماجة عن عبدالله بن زيد و عن أبي هريرة... فيهما تصريح بأنه من قول رسول الله ﷺ"[۳۶] (اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ "الأذنان من الرأس" حدیثِ مرفوع یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں نہ کہ حضرت ابو امامہ کا قول۔اسی طرح دو احادیث جن کی تخریج ابن ماجہ نے حضرت

۳۴۔ **سنن أبي داود** ،كتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبى ﷺ ، رقم:۱۳۴۔

۳۵۔ سہارن پوری،مصدر سابق، ۱: ۵۹۱۔ ۵۹۲۔

۳۶۔ سہارن پوری،مصدر سابق، ۱:۵۹۱۔ ۵۹۲۔

عبد اللہ بن زید[۳۷] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما[۳۸] سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ "الأذنان من الرأس" حدیثِ مرفوع کا حصہ ہے نہ کہ حدیثِ موقوف کا۔)

اختلافِ روایات کا بغیر مصدر اور راوی کے ذکر

مولانا سہارنپوری بسا اوقات اختلافِ روایات کے ذکر کے وقت صرف انھی الفاظ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جو ذخیرہ احادیث میں انھیں ملتے ہیں، اس دوران نہ تو مصدر کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی راوی کا۔ اس حوالے سے بھی مولانا سہارن پوری کے اسلوب سے متعلق اہم نکات درج ذیل ہیں:

مختلف الفاظ کے خلاصے اور مطلوب کا بیان

مولانا سہارن پوری بسا اوقات روایات کے اختلاف کے تذکرہ کرنے کے بعد وارد ہونے والے مختلف الفاظ کا خلاصہ اور مطلوب ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام ابوداؤد نے کتاب الطهارة میں باب السواک من الفطرة کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے جس میں انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ذکر کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ - يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ -"، قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ «الْمَضْمَضَةَ».[۳۹] (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس چیزیں امورِ فطرت میں سے ہیں: مونچھوں کا کاٹنا، داڑھی کا بڑھانا،

۳۷۔ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی جو روایت **ابن ماجہ** میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، **سنن ابن ماجة** (بیروت: دار إحیاء الکتب العربیة، باب الأذنان من الرأس)، ۱: ۱۵۱، رقم: ۴۴۳۔

۳۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ۔ **سنن ابن ماجة**، باب الأذنان من الرأس، رقم: ۴۴۵۔

۳۹۔ **سنن أبي داود**، کتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، رقم: ۵۲۔

مسواک کرنا، پانی سے ناک کا جھاڑنا، ناخنوں کا کاٹنا، جوڑوں کا دھونا، زیرِ بغل بالوں کا اکھیڑنا، زیر ناف بالوں کا صاف کرنا، پانی سے استنجا کرنا، مصعب کہتے ہیں کہ میں دسویں چیز بھول گیا ہوں، ہو سکتا ہے کہ دسویں چیز کلی کرنا ہو۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وفي بعض الأحاديث: جزوا الشوارب، و احفوا الشوارب،وانهكوا الشوارب[٤٠] (بعض احادیث میں "جزوا الشوارب، و احفوا الشوارب،وانهكوا الشوارب" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔) اس کے بعد ان تمام الفاظ کا مآل کار اور مطلوب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فكل هذه الألفاظ تدل على أن المطلوب المبالغة في الإزالة[٤١] (یہ تمام الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مونچھوں کے کٹوانے میں مبالغہ کرنا چاہیے۔)

تصحیح کی طرف اشارہ

مولانا سہارن پوری کبھی کبھی اختلافِ روایات کے ذکر کے بعد ان کی تصحیح کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، اس منہج میں عام طور پر تصحیح کا فیصلہ وہ خود نہیں کرتے، بلکہ کسی بڑے محدث کے قول کے ساتھ کرتے ہوئے اس کے مصدر کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام ابو داود نے کتاب الطهارة میں باب الوضوء بسؤر الكلب کے نام سے عنوان قائم کیا ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ، أَنْ يُغْسَلَ سَبْعَ مِرَارٍ، أُولَاهُنَّ بِتُرَابٍ."[٤٢] (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی برتن میں کتا منہ ڈال لے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے، اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔) اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں کہ: وفي رواية أخرىٰ: "إحداهن بالتراب" ایک روایت میں "إحداهن بالتراب" کے الفاظ ہیں اور **سنن أبي داود** کی روایت میں "أولاهن بالتراب" کے الفاظ ہیں؛ جب کہ دوسری روایت میں "إحداهن بالترب" کے الفاظ وارد ہوئے

٤٠- سہارن پوری، مصدر سابق، ١: ٣٣٥۔

٤١- سہارن پوری، مصدر سابق، ١: ٣٣٥۔

٤٢- **سنن أبي داود**، کتاب الطهاره، باب الوضوء بسؤر الكلب، رقم: ٧١۔

ہیں۔"اب ان روایات میں سے کون سی روایت زیادہ صحیح ہے ؟ اس بارے میں حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کا قول پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قال ابن الحجر : وهي صحيحة أيضًا على ماذكره النووي في بعض كتبه[۴۳] حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ "إحداهن بالتراب" والی روایت زیادہ صحیح ہے بہ نسبت "أو لاهن بالتراب" والی روایت کے ") مختصر یہ کہ مولانا سہارن پوری نے متذکرہ روایت کے بارے میں جہاں الفاظِ مختلفہ ذکر کیے ہیں وہاں ان کی تصحیح کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

مختلف قصوں کی طرف اشارہ

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ واقعات مختلف ہوتے ہیں، لیکن سند ایک ہی ہوتی ہے، جس سے بعض محدثین کو شبہ ہوتا ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ مولانا سہارن پوری ایسے موقع پر اختلاف قصہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کسی بڑے محدث کی تقریر کو بہ طور دلیل کے بھی پیش کرتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الجهاد کے باب في الطاعة کی اس روایت سے ملتی ہے جسے حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے: عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ مِنْ رَهْطِهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَسَلَحْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ سَيْفًا، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: لَوْ رَأَيْتَ مَا لَامَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَعَجَزْتُمْ إِذْ بَعَثْتُ رَجُلًا مِنْكُمْ فَلَمْ يَمْضِ لِأَمْرِي، أَنْ تَجْعَلُوا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِي لِأَمْرِي؟»[۴۴] (حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم بھیجی تو میں نے ان میں سے ایک آدمی کو تلوار دی، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: کاش! کہ آپ وہ حالات دیکھتے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ملامت کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے عاجز تھے کہ جب میرے بھیجے ہوئے آدمی نے میرے احکام کی تنفیذ نہیں کی تو تم اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر لیتے جو میرے احکام کی تنفیذ کرتا۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: والذي يجب التنبيه عليه ههنا أن ما روى بشر بن عاصم عن عقبة بن مالک هما قصتان، أحدهما: ما رواه أبوداود و أحمد في

۴۳- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۴۰۸۔

۴۴- **سنن أبي داود**، كتاب الجهاد، باب في الطاعة، رقم: ۲۶۲۷۔

مسنده: لورأيت مالامنا رسول اللهﷺ الحديث- والقصة الثانية: ما أخرجه النسائي والبغوي وابن حبان وغيرهم بسندهم عن بشر بن عاصم عن عقبة بن مالک في قتل من قال: إني مسلم ،وهاتان قصتان مختلفتان، فالأولى في عزل الأمير لمالم يمض لأمر رسول اللهﷺ، والثانية فى قصة قتل المؤمن، فلاتعلق لإحداهما بالأخرى[۴۵] (اس حدیث کے بارے میں ایک وضاحت بہت ضروری معلوم ہوتی ہے،وہ یہ کہ کتب احادیث میں اسی سند یعنی بشر بن عاصم عن عقبۃ بن مالک کے ساتھ دو طرح کے قصے منقول ہیں،ان میں سے ایک تو امام ابوداود نے اپنی سنن میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے،جس کے الفاظ تھے کہ اگر تم دیکھ لیتے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ملامت کیا اور دوسرا قصہ جسے امام نسائی نے علامہ بغوی اور ابن حبان نے اسی سند بشر بن عاصم عن عقبۃ بن مالک کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کسی فرد نے ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جو کہہ رہا تھا:"إني مسلم" میں مسلمان ہوں۔لہٰذا واضح رہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں،پہلا واقعہ اس امیر کو معزول کرنے کے بارے میں ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے روگردانی کی تھی اور دوسرا مومن کو قتل کرنے کے بارے میں ہے،دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں،لہٰذا سند کے ایک ہونے سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دونوں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔جیسا کہ صاحب **عون المعبود** کو شبہ ہوا اور انھوں نے ایک کو دوسرے میں داخل کر دیا۔) اپنے دعوے کی تائید میں بہ طور دلیل حافظ ابن حجر کی تقریر کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ونبه الحافظ ابن حجر في **الإصابة** على ذلک، فإنه أخرج القصتين ،ثم قال بعد تخريجهما : قلت: هذا يردعلى من زعم أنه ليس له إلا حديث واحد.[۴۶] (حافظ بن حجر نے اپنی کتاب **الاصابہ** میں اسی غلطی پر تنبیہ فرمائی ہے،اور ان دونوں قصوں کی تخریج بھی کی ہے،اور پھر لکھا ہے کہ ان قصوں کی تخریج کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو ان دونوں قصوں کو ایک ہی حدیث سمجھتے ہیں۔) مولانا سہارن پوری نے جہاں حدیثِ مذکور سے پیدا ہونے والے شبہ کا ازالہ کیا ہے وہیں اپنے پیش رو شارحین میں سے ایک کے تسامح کی طرف اشارہ کرکے اپنی بات کو حافظ ابن حجر کی تقریر سے پختہ کر دیا ہے۔

۴۵- سہارن پوری،مصدر سابق،۹: ۲۲۱۔

۴۶- سہارن پوری،مصدر سابق،۹: ۲۲۲۔

اختلافِ روایات کا مصدر کے ساتھ بغیر راوی کے ذکر

مولانا سہارن پوری کبھی کبھی اختلافِ روایات کا تذکرہ کرتے وقت صرف مصدر اور مرجع کا حوالہ تو دیتے ہیں، لیکن راوی کا تذکرہ نہیں کرتے۔ اس حوالے سے ان کے منہج کا مختصر بیان حسب ذیل ہے۔

"وفي رواية" کے الفاظ سے اختلافِ روایت کی طرف اشارہ

بسا اوقات اختلافِ روایت کی طرف "وفي رواية" کہہ کر اشارہ کرتے ہیں، اس صورت میں راوی حدیث کا ذکر نہیں کرتے البتہ کبھی کبھی اس روایت پر تبصرہ کر دیتے ہیں۔ اس منہج سے قاری کو دو فائدے حاصل ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اس کے سامنے ذخیرۂ احادیث میں سے اس موضوع سے ملتی جلتی دیگر روایات کے الفاظ سامنے آجاتے ہیں، اور دوسرا یہ کہ اختلافِ روایت کی وجہ سے قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات مولانا سہارن پوری کے تبصرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً امام ابو داود نے کتاب الطهارة میں باب الاستبراء من البول کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔ اس میں حضرت عبد الرحمن بن حسنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث لائے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فخرَجَ وَمعَهَ دَرَقة ثمّ اسْتترَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ: «أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «جَسَدِ أَحَدِهِمْ».[۴۷]

(حضرت عبد الرحمن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور عمرو بن عاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے باہر نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈھال تھی جس کی اوٹ میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت فرمائی، اس پر ہم نے کہا دیکھو یہ تو اس طرح پیشاب فرما رہے ہیں جس طرح کہ عورت پیشاب کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صاحبِ بنی اسرائیل کو جو تکلیف پہنچی

۴۷۔ **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، رقم: ۲۲۔

تھی؟ ان کے لیے یہ حکم تھا کہ اگر ان کے بدن میں سے کسی جگہ پیشاب لگ جائے تو اس جگہ کو کاٹنے کا حکم تھا، اس شخص نے ان کو روکا تو اسے قبر کے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے الفاظ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تشریح کرتے وقت اختلافِ روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وفي رواية لأحمد: قال كنت أنا وعمر و بن العاص جالسًا[48] **مسند امام احمد** کی روایت میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ ان الفاظ سے مختلف ہیں جو امام ابو داود نے اپنی سنن میں روایت کیے ہیں، **سنن ابو داود** کی روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل کر گئے، جب کہ **مسند امام احمد** کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن حسنہ فرماتے ہیں کہ میں اور عمرو بن عاص دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: "وكذلك في رواية النسائي وابن ماجة، والظاهر من هذاالسياق أنهما كانا أسلما قبل ذلك." [49] (اسی طرح امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں اس حدیث کو نقل کیا ہے، اس حدیث کے سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات اس واقعہ سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔) پھر روایت میں آنے والے لفظ فَقُلْنَا کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "(فَقُلْنَا)وفي رواية لأحمد: فقال بعض القوم، كذا في رواية النسائي، وفي رواية ابن ماجة: فقال بعضهم، فعلى هذه الروايات القائل لهذاالكلام الآتي بعض القوم لا هذان، وأما ما ورد في بعض الروايات لفظ فقلنا كما فى حديث الباب، فنسبه إلىٰ أنفسهم مجازًا."[50] (**سنن ابو داود** کی اس روایت میں فقلنا کے الفاظ آئے ہیں، جب کہ **مسند امام احمد** میں "فقال بعض القوم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، اور بالکل اسی طرح امام نسائی نے بھی یہی الفاظ اپنی سنن میں نقل فرمائے ہیں، البتہ **سنن ابن ماجہ** میں یہ حدیث "فقال بعضهم" کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ ان تمام کتب احادیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں آنے والے جملے "انظروا إليه يبول كما

۴۸۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۴۱۔

۴۹۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۴۱۔

۵۰۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۴۱۔

تبول المراة" (دیکھو! یہ شخص تو عورت کی طرح پیشاب کر رہاہے) کے قائل یہ دونوں صحابی رسول نہیں، بلکہ اس کے قائل قوم کے بعض افراد ہیں۔)

مولانا سہارن پوری کے اس تبصرے سے ایک اشکال حل ہو گیا، جو اس روایت کے الفاظ سے پیدا ہو رہا تھا، وہ یہ کہ جب یہ دونوں صحابہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کو ڈھال کی اوٹ میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا"انظروا إليه يبول كما تبول المراة" (دیکھو! یہ شخص تو عورت کی طرح پیشاب کر رہاہے۔) اب یہ جملے کسی صحابی کی شان کے مطابق نہیں، کوئی صحابی آپ ﷺ کے بارے میں ایسے الفاظ نہیں کہہ سکتا،مولانا سہارن پوری نے روایت کے مختلف الفاظ ذکر کر کے اشکال ختم کر دیاہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے **مسند امام احمد** اور **سنن نسائی** کی روایت کے الفاظ پیش کر کے انھی کو ترجیح دی ہے، جس میں ہے کہ اس جملے کے قائل یہ دونوں صحابی نہیں بلکہ قوم کے بعض افراد تھے۔البتہ **سنن ابوداود** اور **سنن ابن ماجہ** کی روایت میں آنے والے لفظ"فقلنا" کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے لکھاہے کہ اس جملے کے قائل تو قوم کے بعض افراد ہیں، لیکن یہاں ان حضرات کی طرف نسبت مجازاً کر دی گئی ہے۔

متنِ حدیث میں صیغوں کا اختلاف

مولانا سہارن پوری کبھی کبھی اختلافِ روایات کے ضمن میں متنِ حدیث میں وارد ہونے والے صیغوں کے اختلاف کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔اس کی مثال کتاب النکاح کی اس روایت سے ملتی ہے جسے امام ابوداود نے حضرت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی طریق سے نقل کیاہے: "حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ الله ، نِسَاؤُنَا مَا نَأْتِي مِنْهُنَّ وَمَا نَذَرُ، قَالَ: ائْتِ حَرْثَكَ أَنَّى شِئْتَ، وَأَطْعِمْهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَاكْسُهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تُقَبِّحِ الْوَجْهَ، وَلَا تَضْرِبْ."[٥١] (حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ !ہم اپنی عورتوں سے صحبت کس راستے سے کریں ؟ اور کس کو چھوڑیں؟آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موضع حرث میں صحبت کر سکتے ہو، جہاں مرضی سے آؤ۔اور یاد رکھو اپنی بیوی کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو،اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو،اور نہ اسے چہرے کے قبیح ہونے کی بد دعا اور گالی دو اور نہ ہی اس کے چہرے پہ مارو۔) امام ابوداود نے اس

٥١- **سنن ابی داود**، کتاب النکاح،باب: في حق المرأة على زوجها، رقم: ٢١٤٣۔

روایت کے بعد شعبہ کے طریق سے وارد ہونے والے الفاظ نقل کیے ہیں: قَالَ أَبُودَاوُدَ: رَوَى شُعْبَةُ تُطْعِمُهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ[52] یعنی شعبہ کے طریق سے جو روایت مروی ہے اس میں امر کے صیغے نہیں ہیں بلکہ مضارع مخاطب کے الفاظ ہیں۔ مولانا سہارن پوری نے اس روایت کی توضیح کرتے ہوئے شعبہ کے طریق سے ہی ماضی غائب کے صیغے ذکر کیے ہیں، لیکن اس مقام پر صرف مصدر کا ہی حوالہ دیا ہے، نہ تو پوری سند ذکر کی ہے اور نہ ہی صحابی رسول ﷺ کی تعیین کی ہے۔ چناں چہ لکھتے ہیں: وقد أخرج **ابن ماجة** حديث شعبة في سننه ،ولفظه: قال: أن يطعمها إذا طعم، ويكسوها إذا اكتسى، بصيغة الغائب.[53] (یعنی ابن ماجہ میں شعبہ کے طریق ہی سے جو الفاظ منقول ہیں وہ مضارع غائب کے ہیں۔)

مختلف الفاظ میں تطبیق

مولانا سہارن پوری بسا اوقات اختلافِ روایات کے تذکرہ کے بعد ان الفاظِ مختلفہ کے درمیان تطبیق بھی دیتے ہیں، جس سے اختلافِ الفاظ کا مقصود سمجھ میں آجاتا ہے۔ مثلاً امام ابوداود نے كتاب الطهارة میں باب الرخصة في ذلك میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ذکر کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَقَدْ ارْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ الْبَيْتِ،فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ.[54] (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف منہ کرکے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔)

مولانا سہارن پوری حدیث کے الفاظ (لَقَدْ ارْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ الْبَيْتِ) کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وهو السقف، أى على سقف بيت حفصة كما هو مصرح في رواية مسلم، واختلفت الروايات في هذا اللفظ، ففي بعضها على ظهر البيت، وفي بعضها على ظهر

۵۲- **سنن ابی داود**، كتاب النكاح، باب: في حق المرأة على زوجها، رقم: ۲۱۴۳۔

۵۳- سہارن پوری، مصدر سابق، ۸: ۷۹۔

۵۴- **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب الرخصة في ذلك، رقم: ۱۲۔

بیت لنا، وفي أخرىٰ علی ظهر بیتنا، وفي بعضها بیت حفصة."[۵۵] (میں گھر کی چھت پر چڑھا) ظهر سے مراد چھت ہے، یعنی میں گھر کی چھت پر چڑھا، جیسا کہ **صحیح مسلم** کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس حوالے سے روایات مختلف نظر آتی ہیں۔ بعض روایات میں ہے میں گھر کی چھت پر چڑھا، بعض میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا اور بعض میں ہے کہ میں حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر چڑھا۔) روایات کے اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ بھی ایک ہے اور راوی بھی ایک۔ لیکن الفاظ مختلف ہیں، کہیں راوی اس چھت کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے کہ میں اپنے گھر کی چھت پر تھا اور کہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا کی طرف، جس سے تعارض کا شبہ پیدا ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سہارن پوری نے مختلف وارد ہونے والے الفاظ کے درمیان تطبیق دی ہے جس سے یہ شبہ دور ہو گیا۔ مولانا لکھتے ہیں: "وطریق الجمع أن یقال: أضاف البیت إلی نفسه علی سبیل المجاز،إما لکونه بیت أخته، أو أضاف البیت إلی نفسه باعتبار ما آل إلیه الحال،لأنه ورث حفصة دون إخوته لکونه شقیقتها، وأضافه إلی حفصة، لأنه البیت الذي أسکنها فیه رسول الله ﷺ کذا في النیل."[۵۶] (ان الفاظِ مختلفہ کے درمیان تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس چھت کی نسبت مجازاً اپنی طرف کی ہو، اس لیے کہ وہ گھر حضرت حفصہ کا تھا؛ کیوں کہ یہ گھر وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ کو بہ طور رہائش کے دیا تھا، اور حضرت حفصہ ان کی سگی بہن ہیں، تو بہن کے گھر کو اپنا گھر قرار دے کر اس کی نسبت اپنی طرف کر دی ہو، یا اس کی نسبت باعتبار مآل کے اپنی طرف کی ہو، کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے اور ان کے حقیقی وارث بھی، اس لیے ان کے گھر کی چھت کی نسبت اپنی طرف کر دی۔ لہٰذا الفاظ جو بھی ہوں، معنی ایک ہی بنتا ہے کہ چھت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی تھی، اس لیے اب کوئی تعارض نہ رہا۔)

"قلت" کے ساتھ صحیحین اور سنن نسائی کی روایات کا بلا تبصرہ ذکر

مولانا سہارن پوری کبھی کبھی **سنن ابو داود** کی بیان کردہ روایت کے مقابلے میں **صحیحین** اور **سنن نسائی** کی روایت کو پیش کر کے الفاظِ مختلفہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس ضمن میں کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ مثلاً امام ابو داود

۵۵- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۰۳۔

۵۶- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۰۳۔

نے کتاب الطھارۃ میں باب کراھیة من الذکر بالیمین في الاستبراء کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ عن ابیہ کی سند سے ایک حدیث لائے ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں: "عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلَا يَشْرَبْ نَفَسًا وَاحِدًا»."[۵۷] (حضرت عبداللہ بن قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے ذکر (عضو مخصوص) کو دایاں ہاتھ نہ لگائے، اسی طرح جب وہ بیت الخلا میں آئے تو بھی اپنا دایاں ہاتھ استعمال نہ کرے اور جب کوئی شخص پانی پیے تو ایک سانس میں نہ پیے۔) حدیث مذکور کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے بارے میں وارد شدہ الفاظِ مختلفہ کے بارے میں مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "قلت: وهذا الحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي بلفظ: إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء، فخالفهم أبوداود في سياق هذه الجملة، وقال: وإذا شرب فلا يشرب نفسًا واحدًا."[۵۸] (میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں: إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء "جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ نکالے"۔ البتہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں جو روایت ذکر کی ہے اس کے الفاظ مذکورہ بالا روایت سے مختلف ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں: وإذا شرب فلا يشرب نفسًا واحدًا جب کوئی پانی پیئے تو ایک سانس میں نہ پیئے۔) متذکرہ مثال میں مولانا سہارن پوری نے اختلافِ روایت کا تذکرہ تو کیا ہے، لیکن اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

کسی شک کا دیگر مصدرِ حدیث کی روایت سے ازالہ

بعض اوقات اختلاف روایات کے تذکرہ سے روایت میں آنے والے شک کو دور کرنا ہوتا ہے، جو یا تو کسی صحابی کی طرف سے ہوتا ہے یا سند میں آنے والے کسی راوی کی طرف سے۔ مولانا سہارن پوری مختلف الفاظ والی روایت ذکر کرنے کے بعد اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ شک کس کی جانب سے واقع ہوا، صحابی کی

۵۷- **سنن أبی داود، کتاب الطهارة**، باب کراھیة مس الذکر بالیمین في الاستبراء، رقم: ۳۱۔

۵۸- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۷۰- ۲۷۱۔

طرف سے یا کسی راوی کی طرف سے۔ مثلاً امام ابوداود نے کتاب الطھارۃ میں باب السواک لمن قام باللیل میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ذکر کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ، أَتَى طَهُورَهُ فَأَخَذَ سِوَاكَهُ فَاسْتَاكَ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَاتِ: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ حَتَّى قَارَبَ أَنْ يَخْتِمَ السُّورَةَ - أَوْ خَتَمَهَا."(٥٩)

(حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رات گزاری، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو وضو کرنے کے لیے پانی کے پاس تشریف لائے، مسواک کی اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾(٦٠) (بے شک زمین وآسمان کی پیدائش میں اور رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔) یہاں تک کہ سورت کو ختم کردیا، یا اسے ختم کرنے کے قریب ہوگئے۔

گویا **سنن ابی داود** کی اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت آل عمران کا آخری رکوع سارا تلاوت کیا یا کچھ۔ ابوداود کی اس روایت کے شک کو ختم کرنے کے لیے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "وفي رواية مسلم: فقرأ هؤلاء الآيات حتى ختم السورة، ولم يذكر الشك."(٦١) (مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام آیات پڑھی یہاں تک کہ سورت کو ختم کردیا۔) اس روایت میں شکِ راوی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے بعد اس شک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فالشک المذكور في رواية أبي داود ليس من ابن عباس رضي الله عنه بل من بعض الرواة، يعنى يقول الراوي: أشک في قول أستاذي قال: حتى قارب أن يختم السورة، أو قال: حتى ختمها، ولعل الشك من هشيم."(٦٢) (مذکورہ روایت میں شک حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے نہیں، بلکہ کسی راوی کی طرف سے ہے، یعنی راوی یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے اپنے استاذ کی بات میں شک ہے کہ انھوں نے کیا کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

٥٩- **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب السواك لمن قام بالليل، رقم: ٥٧۔

٦٠- القرآن ٣: ١٩٠

٦١- سہارن پوری، مصدر سابق، ١:٣٥٣۔

٦٢- سہارن پوری، مصدر سابق، ١:٣٥٣۔

نے سورت کی تلاوت آخر تک فرمائی یا کچھ آیات تلاوت فرمائیں۔اس کے بعد مولانا نے "لعل" کے الفاظ کے ساتھ اس راوی کو بھی متعین کرنے کی کوشش کی ہے جس سے یہ شک صادر ہوا ہے، اس کے بارے میں فرماتے ہیں شاید کہ وہ راوی "هشیم" ہوں۔

حدیث کے مفصل ہونے کی طرف اشارہ

کبھی کوئی حدیث بہت طویل ہوتی ہے، امام ابو داود اس حدیث کا صرف اتنا حصہ ذکر کرتے ہیں جو ان کے موضوع سے متعلق ہوتا ہے، ایسے مواقع پر مولانا سہارن پوری اس حدیث کے مفصل ہونے کی طرف صرف اشارہ فرمادیتے ہیں، اس کی مکمل تخریج کے بغیر۔ مثلاً امام ابو داود نے کتاب الطهارة میں باب صفة وضوء النبی ﷺ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "أَنَّ عُثْمَانَ «دَعَا بِمَاءٍ فتوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، ثُمَّ غَسَلَهُمَا إِلَى الْكُوعَيْنِ» ، قَالَ: «ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَذَكَرَ الْوُضُوءَ ثَلَاثًا» ، قَالَ: «وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ»، وَقَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ مَا رَأَيْتُمُونِي تَوَضَّأْتُ»، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَأَتَمَّ."[٦٣] (حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پانی منگوایا، پھر اس سے وضو کیا، اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا، پھر انھیں اپنے گٹوں تک دھویا، پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، اسی طرح ہر ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھویا، اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا پھر اپنے پاؤں کو دھویا، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، جس طرح میں نے تمھارے سامنے وضو کیا ہے۔) "مولانا سہارن پوری اس حدیث کے آخر میں آنے والے جملے ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَأَتَمَّ یعنی اس حدیث کا بقیہ حصہ اسی طرح ہے جس طرح زہری کی سند میں روایت کیا گیا ہے۔[٦٤] کے بارے میں

٦٣- **سنن أبی داود**، کتاب الطهارة ،باب صفة وضوء النبی ﷺ، رقم:١٠٩۔

٦٤- زہری کی سند میں آنے والے الفاظ کچھ یوں ہیں: ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، **سنن أبي داود**، کتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبی ﷺ، رقم:١٠٦۔

لکھتے ہیں:"وقد أخرج الدار قطني في سننه هذه الرواية مفصلة تصدق قول المصنف بأنها أتم من رواية الزهري، من شاء فليرجع إليها."[٦٥] (اس حدیث کو امام دار قطنی نے اپنی سنن میں مفصلاً روایت کیاہے جو امام ابو داود کے قول کی تصدیق کرتی ہے کہ مذکورہ روایت زہری کی سند سے مروی شدہ روایت سے زیادہ تام ہے۔)[٦٦]

مولانا سہارن پوری نے یہاں مطول حدیث کا صرف حوالہ تو دیاہے لیکن اسے بیان نہیں کیا، لیکن ساتھ ساتھ امام ابو داود کے قول کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ حدیث زہری کی حدیث کی طرح ہے یا اس سے اتم ہے، جس کی تصدیق دار قطنی کی روایت سے ہوتی ہے۔

حدیث کے زیادات کی طرف اشارہ

سنن ابو داود میں امام ابو داود کا ایک طریق یہ بھی رہاہے کہ کسی مطول حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں، مولانا سہارن پوری کبھی کبھی اس طرح کی احادیث میں واقع شدہ زیادات کا ذکر کر کے اصل مصدر کا حوالہ دے دیتے ہیں لیکن زیادات کا ذکر نہیں کرتے۔ مثلاً کتاب الطهارة کے باب صفة وضوء النبی ﷺ میں ایک حدیث ذکر کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: فَذَكَرَتْ وُضُوءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيهِ: فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، وَوَضَّأَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً، وَوَضَّأَ يَدَيْهِ

٦٥۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ١: ٥٢٤۔

٦٦۔ واضح رہے کہ اس طرح کی بہت سی مثالیں **بذل المجهود** میں موجود ہیں جن میں مولانا سہارن پوری مطول حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کتاب الصلاة کے باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة کی ایک روایت جسے حضرت عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ نے نقل کیاہے، یہ بہت طویل حدیث ہے اس حدیث کے ضمن میں مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: أخرج مسلم هذا الحديث،والإمام أحمد في مسنده مطولا، وذكرا فيه قصة الوضوء۔ ملاحظہ ہو: سہارن پوری، مصدر سابق، ٥: ٥٠٠۔ اسی طرح کتاب الجهاد کے باب في الأسير يوثق کی روایت میں بھی اس کی مثال ملتی ہے جسے حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ نے روایت کیاہے، یہ روایت بھی طویل ہے، امام ابو داود نے اپنی عادت کے مطابق اسے مختصر ذکر کیاہے، اس کے آخر میں مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: أخرج الإمام أحمد هذا الحديث في ترجمة جندب بن مكيث مطولا ومفصلا من شاء فليرجع۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ٩: ٣٠٤۔

ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ، ثُمَّ بِمُقَدَّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا، وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ۔"[٦٧] (حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراؓ نبی کریم ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں، میں نے آپ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا اسی طرح اپنے چہرے کو بھی تین مرتبہ، لیکن کلی اور ناک میں پانی صرف ایک مرتبہ ڈالا، پھر اپنے ہاتھوں کو تین تین مرتبہ دھویا، سر کا مسح دو مرتبہ کیا، پہلے سر کے مؤخر جانب سے پھر مقدم جانب، پھر اپنے دونوں کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کیا اور اپنے پاؤں کو تین تین مرتبہ دھویا۔ امام ابوداود فرماتے ہیں کہ جو حدیث مسدد کے طریق سے مروی ہے اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے آخر میں لکھتے ہیں: "وأخرج البيهقي هذا الحديث حديث ابن المفصل ،ولكن فيه زيادات كثيرة على ما في حديث أبي داود من السياق."[٦٨] (امام بیہقی نے اسی حدیث کو ابن المفصل کے طریق سے روایت کیا ہے؛ لیکن اس روایت میں سیاق کے اعتبار سے بہت ساری زیادات بھی ہیں جن سے **سنن ابی داود** کی مذکورہ روایت خالی ہے۔)

ایک ہی موضوع سے متعلق حدیث کے تمام صحابہ کا تذکرہ

کبھی کبھی ایک ہی موضوع سے متعلق احادیث مختلف صحابہ کرام ؓ سے مروی ہوتی ہیں، مولانا سہارن پوری ایسے موقع پر ان تمام صحابہ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور ساتھ مصدر کا بھی حوالہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں صحابہ سے مذکورہ روایت فلاں کتاب میں موجود ہے۔ اس کی مثال کتاب الصلاۃ کے باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة کی اس روایت سے ملتی ہے جسے حضرت ابن عباسؓ نے نقل کیا ہے: "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ - وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ- أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ."[٦٩] (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے

٦٧- **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، رقم:١٢٦۔

٦٨- سہارن پوری، مصدر سابق، ١: ٥٧٢۔

٦٩- **سنن أبي داود**، كتاب الصلاة ،باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، رقم: ١٢٧٦۔

پسندیدہ لوگوں نے آکر گواہی دی جن میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔) اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”وقدروی کثیر من الصحابة عن رسول الله ﷺ ذلک،منهم أم سلمة رضي الله عنها، وابن عباس رضي الله عنه، ولكن ذكر ذلک بلاغا ولم يذكر سماعا، فإنه قال مرة: شهد عندي رجال مرضيون، وأرضاهم عندي عمر، ومرة قال: حدثنا غيرواحد من أصحاب رسول الله ﷺ، وعلي بن أبي طالب، وعائشة، ومعاذ بن عفراء وابوسعيد الخدري، وابن عمر، ومعاوية بن ابي سفيان، وأبوهريرة رضي الله عنهم- أخرج روايتهم الطحاوي.“[۷۰]

(یہی روایت بہت سارے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے، جن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سماعا منقول نہیں کہ انھوں نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، بلکہ بلاغا منقول ہے یعنی اکابر صحابہ میں سے کسی ایک سے سن کر روایت کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کبھی وہ فرماتے ہیں: کہ میرے پاس پسندیدہ لوگوں نے آکر گواہی دی، جن میں سے سب سے زیادہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، اور کبھی فرماتے ہیں: ہمیں بہت سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس بارے میں خبر دی۔ اسی طرح یہی حدیث حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عائشہ، حضرت معاذ بن عفراء، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابن عمر، حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، اور ان تمام حضرات کی روایت کو امام طحاوی نے **شرح معانی الآثار** میں ذکر کیا ہے۔“

اختلافِ روایات کے سلسلے میں مولانا سہارن پوری کے تسامحات

یہاں یہ بات یاد رہے کہ مولانا سہارن پوری بہت سارے مقامات پر امام ابوداود پر نقد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یا وہ طرق جن کی طرف امام ابو داود یا تشریح حدیث کے ضمن میں کوئی محدث اشارہ کرتا ہے، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس طریق سے مجھے یہ روایت دست یاب کتب سے نہیں مل سکی، لیکن تحقیق اور جستجو سے پتا چلتا ہے کہ کچھ مقامات پر مولانا سہارن پوری کا نقد کرنا درست نہیں، اور وہ روایات جن کی عدم دست یابی کی طرف مولانا نے اشارہ کیا ہوتا ہے کتب احادیث میں موجود ہوتی ہے۔ جس کی مثال کتاب الطہارۃ کے باب

۷۰- سہارن پوری، مصدر سابق، ۵: ۴۹۷۔

السواک من الفطرة کی اس روایت سے ملتی ہے جسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: ”عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةَ، وَالِاسْتِنْشَاقَ»، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ، وَزَادَ «وَالْخِتَانَ»، قَالَ: «وَالِانْتِضَاحَ» وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ - يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ“[٧١] مولانا سہارن پوری نے کہہ دیا کہ مجھے یہ روایت کتب حدیث میں نہیں مل سکی، حالاں کہ یہ روایت امام حاکم (م۴۰۵ھ) نے اپنی مستدرک میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے: ”عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ قَالَ:"ابْتَلَاهُ اللهُ بِالطَّهَارَةِ، خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ وَخَمْسٌ فِي الْجَسَدِ؛ فِي الرَّأْسِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمَضْمَضَةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَالسِّوَاكُ، وَفَرْقُ الرَّأْسِ، وَفِي الْجَسَدِ: تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْخِتَانُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَغَسْلُ مَكَانِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ."[٧٢] بالکل انھی الفاظ کے ساتھ امام بیہقی (م۴۵۸ھ) نے اپنی سنن میں یہی اثر روایت کیا ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو زَكَرِيَّا الْعَنْبَرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثنا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ:"ابْتَلَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالطَّهَارَةِ خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ، وَخَمْسٌ فِي الْجَسَدِ، فِي الرَّأْسِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمَضْمَضَةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَالسِّوَاكُ، وَفَرْقُ الرَّأْسِ، وَفِي الْجَسَدِ:تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْخِتَانُ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَغَسْلُ مَكَانِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ" وَقَدْ مَضَى فِي هَذَا الْكِتَابِ حَدِيثُ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ" فَذَكَرَهُنَّ إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ، وَغَسْلَ الْبَرَاجِمِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْخِتَانَ، وَفَرْقَ الرَّأْسِ.[٧٣]

٧١- **سنن أبي داود،** كتاب الطهارة،باب السواک من الفطرة،رقم:۵۴۔

٧٢- ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، **المستدرک علی الصحیحین** ، باب بسم الله الرحمن الرحيم من سورة البقرة (بیروت: دارالکتب العلمیة، رقم:۳۰۵۵)، ۲: ۲۹۳۔

٧٣- احمد بن الحسین ابو بکر البیہقی، **السنن الكبرى للبيهقي**، باب السنة في الآخذ من الأظفار والشارب وما

امام ابوداود نے اپنی عادت کے مطابق یہاں اس حدیث کے مختلف طرق اوران میں وارد ہونے والے مختلف الفاظ کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُهُ حَدِيثِ حَمَّادٍ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِوَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: «وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ» وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، نَحْوُهُ وَذَكَرَ: «إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ، وَالْخِتَانَ». [۷۴]

مذکورہ حدیث جو کہ حماد کے طریق سے مروی تھی، بالکل اسی طرح کی روایت طلق بن حبیب، مجاہد اور بکر بن عبد اللہ المزنی کے طرق سے بھی مروی ہے؛ لیکن ان تمام حضرات نے "إعفاء اللحية" کے الفاظ ذکر نہیں کیے، اور جو حدیث محمد بن عبد اللہ بن ابی مریم کے طریق سے مروی ہے اس میں "إعفاء اللحية" کے الفاظ موجود ہیں، اور جو حدیث ابراہیم نخعی کے طریق سے مروی ہے اس میں "إعفاء اللحية" کے ساتھ ساتھ "**الختان**" کے الفاظ بھی مروی ہیں"۔ مولانا سہارن پوری اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

فأما طلق بن حبيب فله حديثان، أحدهما ما يرويه مرفوعا ،وهو الذي أخرجه المصنف في أوائل الباب، وايضا أخرجه مسلم في صحيحه، وأخرجه ابن ماجه فی سننه، ولكن فيه عن طلق بن حبيب عن أبی الزبير، وهذا غلط من الكاتب، والصواب: عن ابن الزبير كما في نسخة، وأيضا أخرجه النسائي، ثم أخرج النسائي بعده رواية طلق موقوفا. [۷۵]

(طلق بن حبیب سے اس طرح کی دو احادیث روایت کی گئی ہیں، ان میں سے ایک تو مرفوع ہے جسے مصنف کتاب یعنی امام ابوداود نے اپنی کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے، اسی طرح امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اور امام ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن میں اسے ذکر کیا ہے، لیکن **سنن ابن ماجہ** کی روایت میں سہو کاتب کی وجہ سے ایک غلطی واقع ہوئی ہے، وہ یہ کہ طلق بن حبیب کے بعد ابی الزبیر کے الفاظ ہیں، جب کہ درست بات "ابن الزبیر" ہے، جس کی تائید دیگر نسخوں سے بھی ہوتی ہے، اسی طرح امام نسائی نے اس حدیث کو مرفوعاً بھی ذکر کیا ہے اور موقوفاً بھی۔)

اس کے بعد لکھتے ہیں: "وأما رواية مجاهد وبكر بن عبد الله المزني فلم أجدها في الكتب

ذكر معهما وأن لا وضوء في شيء من ذلك (بيروت: دارالكتب العلمية،رقم:۱۷۵۷۱)، ۱: ۲۳۱۔

۷۴- **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة ،باب السواك من الفطرة،رقم:۵۳۔

۷۵- سہارن پوری،مصدر سابق، ۱:۳۴۶۔

الموجودة عندنا."[۷۶] (البتہ امام مجاھد اور بکر بن عبد اللہ المزنی کے طریق سے روایت کی گئی روایت، تو وہ مجھے دست یاب کتب احادیث سے نہیں مل سکی۔) مولانا سہارن پوری سے یہاں بھی ایک سہو ہوا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ امام مجاہد اور بکر بن عبد اللہ کی روایت نہیں مل سکی، حالاں کہ امام مجاہد کے طریق سے یہی روایت **مصنف ابن ابی شیبہ** میں موجود ہے: "حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: " سِتٌّ مِنْ فِطْرَةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالسِّوَاكُ، وَالْفَرْقُ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَالِاسْتِنْجَاءُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ" قَالَ: «ثَلَاثَةٌ فِي الرَّأْسِ، وَثَلَاثَةٌ فِي الْجَسَدِ.»[۷۷]

اسی طرح اس کی ایک اور مثال کتاب الطلاق کے باب في طلاق السنة کی اس روایت میں ملتی ہے جسے حضرت عروہ کے آزاد کردہ غلام عبد الرحمن بن ایمن نے نقل کیا ہے:

سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَيْمَنَ، مَوْلَى عُرْوَةَ، يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ يَسْمَعُ، قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا؟ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَرَدَّهَا عَلَيَّ، وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا، وَقَالَ: «إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ» ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَقَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَأَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَأَبُوالزُّبَيْرِ، '' وَمَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ.[۷۸]

اس حدیث کے آخر میں وارد ہونے والے لفظ "وَمَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ" کے بارے میں مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "ولم أجد حديثه فيما عندي من كتب الحديث.[۷۹] "وَمَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ''

۷۶- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱:۳۴۶۔

۷۷- ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان، **الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار**، باب الفطرة ما يعد فيها، ت: کمال یوسف الحوت (الریاض: مكتبة الرشد، ۱۴۰۹ھ)، ۱:۱۷۸۔

۷۸- **سنن أبي داود**، كتاب الطلاق، باب في طلاق السنة، رقم:۲۱۸۵۔

۷۹- سہارن پوری، مصدر سابق، ۸:۱۴۹۔

کے طریق سے مجھے کوئی روایت دست یاب کتب میں سے نہیں مل سکی۔" مولانا سہارن پوری سے اس جگہ بھی تسامح ہوا ہے، یہ روایت اسی طریق سے **مصنف عبد الرزاق**،(۸۰) **سنن بیہقی**(۸۱) اور **مصنف ابن ابی شیبہ**(۸۲) میں موجود ہے۔ اسی طرح ایک اور مثال کتاب الطهارة کے باب من قال: الجنب يتوضأ کے ضمن میں اس روایت سے ملتی ہے جس کے راوی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ،أَنَّ النَّبِيَّ صلّى الله عليه وسلم رَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَوْ نَامَ، أَنْ يَتَوَضَّأَ.(۸۳) اس حدیث کے آخر میں امام ابو داود نے اپنی عادت کے موافق مختلف طرق کی طرف اشارہ کیا ہے: "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ الله بْنُ عَمْرٍو الْجُنُبُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ تَوَضَّأَ."(۸۴) (یہ حدیث حضرت علی بن ابی طالب، ابن عمر اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔) مولانا سہارن پوری امام ابو داود کے بیان شدہ طرق کے حوالے سے لکھتے ہیں:" ولم نجد هذه الأقوال المعلقة موصولة." (۸۵) (ہمیں یہ اقوال جن کی طرف امام ابو داود نے اشارہ کیا ہے، متصل اسناد کے ساتھ نہیں مل سکے۔) حالاں کہ غور وفکر اور تلاش کرنے سے یہ اقوال کتب احادیث میں مل جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول **مصنف عبد الرزاق** میں(۸۶) اور **مصنف ابن ابی شیبہ** میں(۸۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر **مصنف عبد الرزاق** میں(۸۸) اور **مصنف ابن ابی شیبہ** میں(۸۹) اور

۸۰۔ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، **المصنف** (بیروت: المكتب الإسلامي، ۱۴۰۳ھ)، ۶: ۳۰۸، رقم: ۱۰۹۵۶۔

۸۱۔ **السنن الكبرى للبيهقي**، ۷: ۳۲۶۔

۸۲۔ **الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار**، ۵: ۳۔

۸۳۔ **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب من قال: الجنب يتوضأ، رقم: ۲۲۵۔

۸۴۔ **سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب من قال: الجنب يتوضأ، رقم: ۲۲۵۔

۸۵۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۲: ۱۹۶۔

۸۶۔ **المصنف لعبدالرزاق**، ۱: ۲۸۰، رقم: ۱۰۷۸۔

۸۷۔ **الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار**، ۱: ۶۲۔

۸۸۔ **المصنف لعبد الرزاق**، ۱: ۲۸۰، رقم: ۱۰۸۰،

۸۹۔ **الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار**، ۱: ۶۲۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اثر امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کی **التاریخ الکبیر** [۹۰] میں موجود ہے۔ اسی طرح ایک مقام پر مولانا سہارن پوری نے حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) پر بھی نقد کیا ہے، لیکن ان سے وہاں بھی تسامح ہو گیا۔ جیسا کہ **کتاب الطھارة** ہی کی وہ روایت جسے امام ابوداود نے باب الوضوء من الدم کے ضمن میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔ [۹۱] اس کی تشریح میں مولانا سہارن پوری نے حافظ ابن حجر کا ایک قول پیش کیا ہے، لکھتے ہیں: "قال الحافظ في شرحه على البخاري"[۹۲] أخرجه أحمد وأبوداؤد والدارقطني، وصحّحه ابن خزيمة وابن حبان والحاكم كلهم من طريق ابن اسحاق." [۹۳] (حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے بارے میں اپنی شرحِ بخاری میں لکھا ہے کہ یہی حدیث امام

۹۰- محمد بن اسماعیل بخاری، **التاريخ الكبير** (حیدر آباد دکن: دائرة المعارف العثمانية، س ن)، ۴: ۲۳۹۔

۹۱- مکمل روایت یوں ہے: عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ - فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَحَلَفَ أَنْ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أُهَرِيقَ دَمًا فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ، فَخَرَجَ يَتْبَعُ أَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا، فَقَالَ: مَنْ رَجُلٌ يَكْلَؤُنَا؟ فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: «كُونَا بِفَمِ الشِّعْبِ» ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فَمِ الشِّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ، وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّ، وَأَتَى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرَفَ أَنَّهُ رَبِيئَةٌ لِلْقَوْمِ، فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَنَزَعَهُ، حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا عَرَفَ أَنَّهُمْ قَدْ نَذِرُوا بِهِ هَرَبَ، وَلَمَّا رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ، قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ أَلَا أَنْبَهْتَنِي أَوَّلَ مَا رَمَى، قَالَ: كُنْتَ فِي سُورَةٍ أَقْرَؤُهَا فَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أَقْطَعَهَا- (**سنن أبي داود**، كتاب الطهارة، باب الوضوء من الدم، رقم: ۱۹۸۔)

۹۲- ملاحظہ ہو: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، **فتح الباري شرح صحيح البخاري** (بیروت: دار المعرفة، تعلیق: عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز)، ۱: ۲۸۰۔

۹۳- سہارن پوری، مصدر سابق، ۲: ۱۱۱۔

احمد، امام ابوداود اور امام دار قطنی (۹۴) نے بھی ذکر کی ہے، جب کہ ابن خزیمہ، (۹۵) ابن حبان (۹۶) اور امام حاکم (۹۷) نے تو اس حدیث کو ابن اسحاق کے طریق سے صحیح قرار دیا ہے۔" اس تفصیل کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "قلت: ولم أجد ذكر الحديث في **سنن الدار قطني**."(۹۸) لیکن مولانا سہارن پوری کا یہ تبصرہ بھی تسامح پر مبنی ہے، کیوں کہ یہ روایت **سنن دار قطنی** میں موجود ہے۔(۹۹)

۹۴۔ ان کا پورا نام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدار قطنی ہے، حفظِ حدیث، فہم حدیث اور تقوی وورع میں یگانہ روزگار تھے، شیخ الاسلام کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں، ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں سے **سنن دارقطني**، **كتاب القراءات** اور **كتاب العلل** شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی، **سير أعلام النبلاء** (قاہرہ: دار الحدیث، س ن)، ۱۶: ۴۴۹۔

۹۵۔ ان کا پورا نام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ نیشاپوری ہے، ابن خزیمہ کے نام سے معروف ہیں، اپنے زمانے میں خراسان کے علاقہ میں حدیث کے سب سے بڑے امام تھے، ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو چالیس سے زیادہ بتائی جاتی ہے، جن میں سے مشہور ترین صحیح ابن خزیمہ ہے۔ ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۱۱ھ میں وفات پاگئے۔ ملاحظہ ہو: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی، **تذكرة الحفاظ** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۹ھ)، ۲: ۷۲۰؛ ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، **البداية والنهاية** (بیروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۴۰۸ھ)، ۱۱: ۱۴۹۔

۹۶۔ ان کا پورا نام محمد بن حبان بن احمد ہے، ابن حبان کے نام سے معروف ہیں۔ فقہ، حدیث، لغت، وعظ اور دیگر فنونِ علم میں ایک امتیازی حیثیت کے حامل تھے، ان کی تصانیف میں سے شہرہ آفاق کتاب **المسند الصحيح** ہے، ۳۵۴ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ذہبی، **تذكرة الحفاظ**، ۳: ۹۲۰۔ اسی طرح ملاحظہ ہو: عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی: **طبقات الحفاظ** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۰۳ھ)، ۳۷۵۔

۹۷۔ ان کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری ہے، امام حاکم کے نام سے معروف ہیں، اپنے زمانے میں حدیث کے امام تھے، حدیث اور اصول حدیث کے تمام علوم سے کماحقہ معرفت رکھتے تھے، انتہائی متقی، پاکباز انسان تھے۔ ان کی تصانیف میں سے **المستدرک علی الصحیحین**، **تاریخ نیشاپور** اور **معرفة علوم الحديث** نمایاں ہیں۔ ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان، **وفيات الأعيان و أنباء أبناء الزمان** (بیروت: دار صادر، س ن)، ۴: ۲۸۰۔

۹۸۔ سہارن پوری، مصدر سابق، ۲: ۱۱۱۔

۹۹۔ ملاحظہ ہو: ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی، **سنن الدارقطني** (بیروت: موسسة الرسالة، ۱۴۲۴ھ)، ۱: ۲۲۳۔

نتیجہ بحث

محدثین وشارحینِ حدیث کا شرح حدیث کے وقت ایک مرغوب موضوع "اختلافِ روایات" کی توضیح بھی ہے۔یعنی تشریح حدیث کے وقت جہاں دیگر پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہیں وہیں روایت میں آنے والے الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ کی دیگر روایات بھی ذکر کر دیتے ہیں، جنہیں صاحب کتاب نے یا تو ذکر ہی نہیں کیا ہوتا، یا پھر ان کی طرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا ہوتا ہے۔ پھر اختلاف روایات کی توضیح میں بھی شارحینِ حدیث کا مزاج و مذاق الگ الگ رہا ہے، بعض شارحین ملتی جلتی روایت کی طرف محض اشارہ کر دیتے ہیں، پوری روایت کا تذکرہ نہیں کرتے،اس سے اتنا فائدہ ہو جاتا ہے کہ قاری کو یہ پتا چل جاتا ہے کہ اس قسم کی روایت دیگر کتب حدیث میں دست یاب ہو سکتی ہے۔ بعض شارحین حدیث کے مختلف الفاظ کا تذکرہ کر دیتے ہیں؛ لیکن مصدر کا حوالہ نہیں دیتے کہ یہ حدیث کس کتاب میں مل سکتی ہے۔ لیکن بعض حضرات موقع و محل کی رعایت رکھتے ہوئے کہیں تو مکمل روایت کا تذکرہ کر دیتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اصل مصدر اور صحابی کا حوالہ بھی دے دیتے ہیں اور کہیں صرف اصل کتاب کا حوالہ دیتے ہیں اور کہیں صرف صحابی کا، اور کہیں صرف مفصل روایت کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں کہ اس جگہ صاحبِ کتاب نے مختصر روایت ذکر کی ہے۔ فلاں کتاب کے فلاں باب میں اس کا مفصل حصہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا سہارن پوری نے بھی اپنی کتاب میں مؤخر الذکر منہج اپنایا ہے، جو کہ بہت ہی شان دار اور انتہائی سہل ہے۔ پوری کتاب میں جہاں کہیں بھی امام ابوداود نے کوئی روایت مختصر ذکر کی ہو تو اس کا مفصل حصہ موقع و محل کی مناسبت سے مذکورہ طرق میں سے کسی ایک طریق سے ذکر کر دیتے ہیں، یا جہاں کہیں امام ابوداود کسی حدیث کے آخر پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے اس حدیث کے دیگر طرق کا ذکر کرتے ہیں تو مولانا سہارن پوری ان کی تخریج کر دیتے ہیں۔ جس سے قاری کو ایک ہی موضوع سے متعلق احادیث کے بارے میں تھوڑے وقت میں زیادہ معلومات مل جاتی ہیں، اس طریق سے جہاں قاری کو ایک ہی موضوع سے متعلق احادیث مل جاتی ہیں وہیں حدیث میں آنے والے حکم، قصے اور حادثے کا زمانہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا سہارن پوری کی ایک خاصیت یہ بھی رہی ہے کہ اگر کسی حکم سے متعلق حدیث مرفوع اور موقوف دونوں میں اختلاف ہو رہا ہو، تو دونوں کی وضاحت بھی کرتے ہیں، اسی طرح کسی حکم پر مختلف الفاظ مروی ہوں، بعض سے سختی اور بعض سے نرمی ظاہر ہو رہی ہو تو ان تمام الفاظ کو بھی ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس حکم کی علت بھی بیان کر دیتے ہیں۔ تاہم بہت سارے مقامات پر ان سے تسامحات بھی ہوئے ہیں کہ امام ابوداود کی طرف سے پیش کردہ حدیث کے مختصر طرق کی

تحقیق کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں: لم أجده فیما تتبعت من کتب الحدیث مجھے یہ روایت دست یاب کتب میں نہیں مل سکی۔" حالاں کہ ذرا تحقیق و جستجو کی جائے تو وہ طرق، کتب احادیث میں مل جاتے ہیں، جیسا کہ اس مقالے میں مختلف کتبِ حدیث کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔